۶۔ انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں۔ اگر بینک قائم ہو تو اس میں دودھ جمع کرنا اور اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔

۷۔مرد یا عورت کے مادۂ تولید کا بینک قائم کرنا یا کسی مرد یا خاتون کا کسی بینک کو یا کسی ضرورت مند کو مادۂ تولید فروخت کرنا یا بلاقیمت فراہم کرنا یا لینا حرام ہے۔

۸۔زندہ شخص کی آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورت مندوں کے لیے منتقل کرنا جائز نہیں، البتہ مردہ کا قرنیہ کسی ضروت مند کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں فیصلہ کو مؤخر کیا جاتا ہے۔(رضی الاسلام)

حواشی ومراجع

۱۔ مستفاد از جواہر الفقہ جلد دوم، ص ۲۴-۲۶

۲۔ الفتاویٰ الھندیۃ: ۵/ ۳۵۴

۳۔ جواہر الفقہ، جلد دوم، ص ۲۸-۲۹

۴۔ جواہر الفقہ، جلد دوم، ص ۴۳۔ ۴۴

۶۔ فتاویٰ عالم گیری، ج ۴، ص ۱۱۲

۷۔ الفتاویٰ الھندیۃ: ۵/ ۳۵۵

۸۔ جواہر الفقہ، جلد دوم، ص ۳۸

۹۔ کتاب الفتاویٰ، جلد ۶، ص ۲۱۴

۱۰۔ تحفۃ الفقہائ: ۳/ ۳۴۳

۱۱۔ المبسوط ۱۵/ ۱۲۵

۱۲۔ فتاویٰ اللجنۃ: ۲۱/ ۴۲۔ ۴۳

۱۳۔ المغنی لابن قدامۃ: ۱۱/ ۳۱۳

☆☆☆

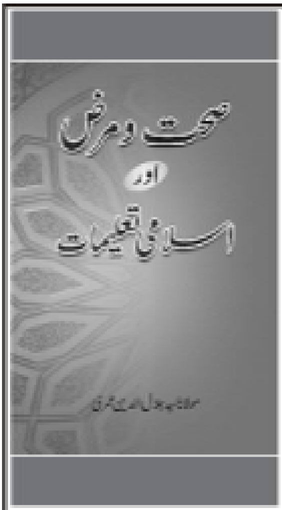

صحت و مرض
اور
اسلامی تعلیمات

صدر ادارۂ تحقیق و امیر جماعت اسلامی ہند

مولانا سید جلال الدین عمری

کے شگفتہ قلم سے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کا جدید حالات کے پس منظر میں جس دیدہ وریزی سے جائزہ لیا گیا ہے اس نے اس کتاب کو ایک منفرد حیثیت دے دی ہے۔
کتاب کا یہ جدید ایڈیشن مصنف کی نظر ثانی اور مزید مواد کے اضافہ کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے مطالعے سے جدید طبی مسائل میں اسلام کے موقف کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس کتاب کا ملیالم ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

● سائز : $\frac{23 \times 36}{16}$ ● صفحات : 384 ● قیمت : 250.00

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

D-307,Dawat Nagar,Abul Fazl Enclave,Jamia Nagar,New Delhi-110025
Phone: 26981652,26984347 Fax: 26987858
E-mail: mmipublishers@gmail.com • **Website:** www.mmipublishers.net

معاشی فلاح و بہبود کا اسلامی تصور

ڈاکٹر سعدیہ گلزار

اسلام عوام کی مادی اور روحانی فلاح کا ضامن ہے۔ وہ معاشرہ میں ایسے افراد تیار کرتا ہے جو دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں سرخرو ہو سکیں۔ وہ ایسی معاشی ترقی کا خواہاں ہوتا ہے جس سے معاشرے کے تمام طبقات مستفید ہو سکیں اور طبقاتی کش مکش جنم نہ لے سکے۔ اسلامی ریاست میں حکم راں طبقہ پر عوام کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اجتماعی سطح پر زکوٰۃ فلاح عامہ کا اہم ذریعہ ہے، جب کہ انفرادی سطح پر اسلام کا معاشی نظام انسانی فلاح و3 بہبود کے لیے انفاق فی سبیل اللہ سے متعارف کرواتا ہے۔ جذبۂ اُخوت کے تحت معاشرے کے نادار، غریب اور کم استطاعت رکھنے والے افراد کی طرف وسائلِ رزق کو اس طرح منتقل کیا جاتا ہے کہ وہ مستقل طور پر معاشرہ کے کارآمد رکن بن سکیں۔ اسلام میں معاشرے کے نادار اور بے سہارا افراد کی اعانت کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ معاشرے کے افراد ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں، ان کے درمیان اونچ نیچ جنم نہ لے اور کوئی ضرورت مند بھی باقی نہ رہے۔ اگر مسلمان انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے تو اپنے نفس کو مادی آلائشوں سے پاک کر لیتا ہے اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اسلام ایسی معاشی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے جس سے ایک مسلمان دنیاوی زندگی کے ساتھ اپنی آخرت کو بھی سنوار سکتا ہے۔

۱۔ ریاست اور معاشی فلاح و بہبود

عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین کی مالیاتی پالیسی کا اہم مقصد عوام کی خدمت اور فلاح و بہبود کے لیے مسلسل کوشش تھی۔ اسلام کے نظامِ محاصل میں زکوٰۃ ایک جزء ہے۔ اس کی ادائیگی امراء پر لازم ہے، جس سے معاشرے کے نادار افراد کی ضروریات بہ طریق احسن پوری ہوتی رہیں۔ عصرِ حاضر میں غربت و افلاس

اور ارتکازِ دولت جیسے اہم معاشی مسائل اُمت مسلمہ کو درپیش ہیں۔ انھیں زکوٰۃ کے ذریعے سے حل کیا جا سکتا ہے۔ زکوٰۃ کا اہم مقصد غریبوں کی اعانت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة: ۶۰)

’صدقات (زکوٰۃ و خیرات) صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جن کی دل جوئی مقصود ہوتی ہے اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب علم و حکمت والا ہے‘۔

اگر اسلامی ممالک میں نظام زکوٰۃ مؤثر ہو جائے تو اس سے ملکی سطح پر غرباء کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی، نیز ترقی یافتہ مسلم ممالک سے زکوٰۃ کی رقم پس ماندہ مسلم ممالک میں منتقل کرنے سے مجموعی طور پر مسلم امت معاشی طور پر خوش حال ہو سکتی ہے، یہاں تک کہ ایک ایسا دور آ سکتا ہے جب زکوٰۃ دینے والے ہاتھ تو ہوں، لیکن لینے والا کوئی نہیں ہو۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

تصدّقوا، فانه يأتي عليكم زمان يمشي الرّجل بصدقته فلا يجد من يقبلها، يقول الرجل: لو جئت بها بالأمس لقبلتها، فأمّا اليوم فلا حاجة لي بها[۱]

’خیرات کرو، کیوں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ آدمی خیرات لے کر چلے گا، لیکن اسے کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جو اس کو قبول کرے۔ وہ جس کو دینے لگے گا وہ کہے گا اگر تو کل لاتا تو میں لے لیتا لیکن آج مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے‘۔

یہ حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کی عکاسی کرتی ہے جب زکوٰۃ دینے والے تو ملتے تھے، لیکن لینے والے دست یاب نہیں تھے۔ عصرِ حاضر میں نظامِ زکوٰۃ کو حقیقی روح کے ساتھ نافذ کرنے اور زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ میں بدعنوانی کو ختم کرنے سے افراد کی معاشی فلاح و بہبود میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

اسلام میں ٹیکسوں کی وصولی میں بھی اصول فلاح کارفرما ہے۔ اسلامی ریاست کا شہری جبراً نہیں، بلکہ اپنی دنیاوی و اخروی فلاح سمجھ کر مالی واجبات ادا کرتا ہے۔ غرباء کو غیر ضروری ٹیکسوں میں نہیں جکڑا گیا ہے، بلکہ ان کی اعانت کے لیے زکوٰۃ کی ادائیگی معاشرہ کے صاحب نصاب افراد پر عائد کی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الۡمَحۡرُوۡمِ (الذّٰریٰت: ۱۹)

اور اُن کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں زکوٰۃ کی وصولی کی ہدایت ان الفاظ میں فرمائی:

فاعلمهم أن الله قد افترض عليهم صدقة فى أموالهم تؤ خذ من أغنيائهم و تردّ على فقرائهم ۲؎

"ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں پر زکوٰۃ عائد کی ہے، جو ان کے مال داروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے ضرورت مندوں میں تقسیم کی جائے گی"۔

اسلامی ریاست میں زکوٰۃ اور دیگر محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی کو فلاح عامہ کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ عوام کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور عدل اجتماعی کا قیام حکومت کی ذمہ داری ہے، تاکہ معاشرے کے تمام افراد حکومت کی معاشی پالیسیوں سے مستفید ہوسکیں۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلفاء راشدین کی معاشی پالیسیوں میں عوام کی فلاح و بہبود کو اولین ترجیح حاصل تھی، جس کی وجہ سے وہ معاشی طور پر خوش حال تھے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات سے آگاہی

کے لیے گشت فرماتے تھے۔ ایک رات آپؓ نے ایک عورت کو بچوں کے ساتھ بھوکا پایا۔ عورت نے خلیفۂ وقت کے بارے میں شکایت کی کہ وہ ہم پر حکومت کرتا ہے، لیکن ہمارے حال سے غافل ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ واپس بیت المال آئے اور وہاں سے آٹے کی بوری اپنی پیٹھ پر لاد کر عورت کے پاس لے گئے اور خود کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا۔[۳] عوام کی فلاح و بہبود کے ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ معیشت میں اشیاء کی قیمتوں میں استحکام رکھا جائے، کیوں کہ مہنگائی سے غرباء کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل سے قاصر رہتے ہیں۔

اسلامی ریاست میں تاجر کو نرخ گراں رکھنے اور غیر معمولی منافع کمانے کے لیے ایسے تمام معاشی امور سے روکا جاتا ہے جن سے صارفین کا استحصال ہو۔ مثلاً ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، ملاوٹ اور بد دیانتی وغیرہ، نیز بازار پر نگرانی رکھی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو غلہ بیچ رہا تھا۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک اس غلہ میں ڈالا تو وہ اندر سے گیلا نکلا۔ آپؐ نے اس کی اس دھوکہ دہی پر ناراضی ظاہر کی اور فرمایا: **من غشنا فلیس منا**[۴] ''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''۔ اسی طرح خلفاء راشدین بھی اشیاءِ ضرورت کے نرخ معلوم کرتے رہتے تھے، تاکہ معیشت میں نرخ کی گرانی سے عوام مشکلات کا شکار نہ ہوں۔

عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کے علاوہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی وسائل کی منصوبہ بندی کے لیے افراد کی اخلاقی تربیت، فنی اور رسمی تعلیم کی سہولیات اور باعزت روزگار کے مواقع فراہم کرے، تاکہ انسانی اور مادی وسائل سے معیشت ترقی کی راہ پر گام زن ہو سکے۔

۲۔ انفرادی ذمہ داری اور معاشی فلاح وبہبود

اسلام کا معاشی نظام انفرادی سطح پر انسانی فلاح کی ترقی کے لیے 'انفاق فی سبیل اللہ' کو متعارف کرواتا ہے۔ انفاق فلاح و بہبود کا ایک خودکار نظام ہے، جس سے غرباء کی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں، معاشرتی بگاڑ نہیں پیدا ہوتا، نتیجتاً معاشی

خوش حالی کے ساتھ دولت کی تقسیم بھی منصفانہ رہتی ہے۔متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی میں انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہے۔معاشرے میں امراء کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے ضرورت مندوں، تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کی تعمیرات وغیرہ پر خرچ کریں۔مثال کے طور پر حضرت عثمان غنیؓ نے مدینہ میں میٹھے پانی کا کنواں خرید کر فلاح عامہ کے لیے وقف کر دیا تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے بارے میں فرمایا: **من یحفر بئر رومة فله الجنة** ۵؎ ''جس نے بئر رومہ کو خرید کر اُمت کے لیے وقف کیا اُس کے لیے جنت ہے''۔حضرت عمر فاروقؓ غیر منقولہ جائیداد کے پہلے وقف کرنے والے تھے۔انہوں نے اس کی آمدنی کو فقرائ، اقرباء، غلاموں کی آزادی، کارہائے خیر، مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا۔۶؎ دیگر صحابہ کرام بھی صدقات میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔جب انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: **لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ** (آل عمران: ۹۲) تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کردو''۔تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ، جو مدینہ میں صاحبِ حیثیت لوگوں میں سے تھے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا بیر حا نامی باغ، جو ان کو سب سے زیادہ محبوب تھا، اسے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کر دیا۔نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشورے سے انھوں نے اسے اپنے اقارب اور عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔۷؎

اسلام بنیادی اخلاقی اقدار کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ ہر شخص کو اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی ہو اور افرادِ معاشرہ کی معاشی ضروریات بھی بہ طریق احسن پوری ہوتی رہیں۔اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں باہمی اخوت ومحبت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اسلام اہل ایمان کو رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے: ''مومن مومن کا بھائی ہے۔وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو بے یارومددگار چھوڑتا ہے۔جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں مصروف رہتا

ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات کا کفیل ہو جاتا ہے اور جو شخص کسی مومن کی ایک تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مومن کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔ ۸؎ ''مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے''۔۹؎ اسلامی تعلیمات کی رُو سے ''اہل ایمان جسم واحد کی مانند ہیں۔ اگر اس کے کسی ایک عضو میں درد ہو تو پورا جسم اس درد میں شریک ہوتا ہے''۔ ۱۰؎ جسد واحد کا یہ تصور مومن کو ذاتی مادی منفعت کو ترجیح دینے کے بجائے اپنے بھائی کی تکالیف دور کرنے اور اس کے معاشی مفاد کو مدنظر رکھنے پر ابھارتا ہے۔ اسلام مسلمانوں میں اتحاد و اخوت کو فروغ دینا چاہتا ہے ۔اسلامی تعلیمات میں اپنے مسلمان بھائی کو عمدہ چیز دینے کی ترغیب دی گئی ہے ۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے''۔۱۱؎ اسلام خیر خواہی، قربانی، ایثار، تعاون اور احسان کا دین ہے۔تمام مسلمان مشکلات میں ایک دوسرے کے دست و بازو بنتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی مشکل صورت حال سے دوچار ہو جائے تو دوسرے مسلمان اس کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے بجائے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے مشکل سے باہر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عدل و انصاف ایک ایسی چیز ہے جو دنیا کے معاشی نظام کو قائم رکھتی ہے اور احسان کی آمیزش اس معاشی نظام کو مضبوط بناتی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر اسلام ایثار و مواسات کی ترغیب دیتا ہے۔'احسان' ہر نیکی کے کام پر محیط ہے۔ قرآن مجید میں اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَحۡسِن كَمَآ أَحۡسَنَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَ (القصص:۷۷)

''اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر''۔

إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الإِحْسَانِ وَ إِیْتَاءِ ذِیْ الْقُرْبیٰ (النحل:۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔

وَ یُؤْثِرُونَ عَلیٰ أَنفُسِھِمْ وَ لَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ (الحشر:۹)

بلکہ وہ خود اپنے اوپر انھیں ترجیح دیتے ہیں، گو خود انھیں کتنی ہی سخت حاجت ہو۔

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اس کو کون مہمان بنائے گا؟ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! میں یہ خدمت انجام دوں گا۔ گھر جا کر اس نے بیوی سے کہا کہ مہمان کی خاطر تواضع کرو۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ اس نے بچوں کو بھوکا سلا دیا، کھانے کے وقت چراغ گل کر دیا اور گھر میں جو کچھ تھا، مہمان کو پیش کر دیا، جس نے سیر ہو کر کھانا کھایا، انصاری اور اس کے اہل خانہ بھوکے سوئے۔ صبح نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو گزشتہ رات مہمان کی تمہاری ضیافت بہت پسند آئی۔ ۱۲؎

یہ جذبۂ احسان و ایثار ہی ہے جس کی وجہ سے نادار، مساکین اور کم استطاعت رکھنے والے افراد کی طرف وسائل رزق اس طرح منتقل ہوتے ہیں کہ وہ مستقل طور پر معاشرہ کے کارآمد رکن بن سکیں۔ مالی و جسمانی اعانت، اجتماعی زندگی کی روح اور اس کے سکون کا ذریعہ ہے۔ جس معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں وہ پرسکون اور خوش حال معاشرہ ہوتا ہے۔

اسلام کے فضائلِ اخلاق میں شامل ہے کہ ضرورت مندوں کی مدد کی جائے اور بھوکے کو کھانا کھلایا جائے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا: کس قسم کا اسلام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **تطعم الطعام و تقرا السلام علی من عرفت و من لم تعرف** ۱۳؎ ’’کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جس کو جانتے ہو اور جس کو نہ جانتے ہو‘‘۔

قرآن و حدیث کی اخلاقی تعلیمات میں صلہ رحمی اور حقوق قرابت پر زور دیا

گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ (الروم: ۳۸) پس قرابت داروں کو اس کا حق دیجیے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:

من سرّه أن يبسط له في رزقه وينسأ له في عمره فليصل رحمه ۱۴؎

''جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر برکت ہو تو صلہ رحمی کرے''۔ ۱۴؎

اسلام کے معاشی نظام میں ہر شخص کو ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، تاکہ کسی کو معاشی تنگی کا احساس نہ ہو۔ اسی طرح پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہے اور اللہ کے ہاں بہترین ہم سایہ وہ ہے جو اپنے ہم سایوں کے لیے بہتر ہے''۔ ۱۵؎ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھانے پکاتے ہوئے بھی ہم سایہ کا خیال رکھنے کی تلقین فرمائی ہے ۔آپؐ نے حضرت ابوذرؓ کو تاکید فرمائی: ''اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کیا کرو''۔ ۱۶؎

کسی بھی معاشرے کے افراد کی فلاح وبہبود میں اضافہ اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکارم اخلاق میں مہمان نوازی کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کو ایمانِ کامل کا ایک جز قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کی عزت کرے''۔ ۱۷؎ اسلام مہمانوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تلقین کرتا ہے، اگرچہ وہ اجنبی ہوں۔ اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے کہ عمدہ مہمان نوازی سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوجایا کرتے تھے۔

اسلام کے نظام اخلاق میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ برے سلوک کی سخت ممانعت کرتے ہوئے دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَرَأَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ۔ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ
(الماعون:۱-۲)

'کیا تو نے (اُسے) دیکھا جو (روز) جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے'۔

اہل ایمان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ رضا الٰہی کے لیے یتیموں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا (الدھر:۸)

اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔

خلفاء راشدین نے یتیموں کی معاشی کفالت کے لیے وظائف مقرر کیے، مکاتب قائم کیے، جائیدادیں وقف کیں، ان کے معاملات کی دیکھ بھال اور شادی بیاہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا۔ اسلام بیوہ عورت کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ کی کفالت کرنے والے شخص کو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے والے سے تشبیہ دی ہے۔ ۱۸؎ حضرت عمر فاروقؓ بیواؤں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ "اگر میں زندہ رہ گیا تو اہل عراق کی بیواؤں کو ایسا چھوڑوں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کی محتاج نہ رہیں"۔ ۱۹؎

۳۔ روحانی فوز وفلاح

اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کی روشنی میں ایک فرد یا ایک قوم روحانی اور مادی دونوں طرح کی ترقی کے منازل آسانی سے طے کرسکتی ہے۔ اسلام معاشی فلاح و بہبود کا خواہاں ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ اخلاقی و معاشرتی اقدار میں بھی بہتری آئے۔ اسلام میں معاشی فلاح و بہبود کا تصور محض افراد کی آمدنیوں میں اضافہ نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ وہ روحانی فلاح بھی چاہتا ہے۔ فلاح و بہبود کا تصور تزکیہ کے ساتھ وابستہ ہے، کیوں کہ ایمان کے بعد دین کا اہم ترین مطالبہ تزکیہ ہے۔ قرآن مجید میں تزکیۂ نفس کے بارے میں ارشاد ہے:

وَ نَفۡسٍ وَّ مَا سَوّٰىہَا فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَ تَقۡوٰىہَا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا وَ قَدۡ

خَابَ مَن دَسّٰھَا (الشّمس ۷۔۱۰)

اور نفس انسان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا، پھر اس کو برائی (سے بچنے) اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی۔ جس نے اس کو پاک کیا وہ کام یاب ہو گیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

گویا اسلام ایسی معاشی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے جس میں افراد روحانی اور ذہنی طور پر مطمئن ہوں۔ تزکیۂ نفس کا ایک اہم ذریعہ زکوٰۃ بھی ہے۔ مال کی ادائیگی سے انسان کا نفس بخل سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس سے انسانی نفس کی اصلاح اور روحانی فلاح ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهٗ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزٰی إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰی وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (الیل:۱۸۔۲۱)

جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے، کسی کا اُس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو، بلکہ صرف اپنے پروردگار بلند و بالا کی رضا چاہنے کے لیے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ بھی) عن قریب رضامند ہو جائے گا۔

افراد کی اخلاقی و روحانی تربیت کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ معاشرہ میں ایسا ماحول پیدا کرے جس میں افراد آسانی سے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بسر کر سکیں۔ خلفاء راشدین نے احیاء دین کے لیے کوششیں کی، جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے حکام کو مقرر کرنے کا مقصد لوگوں کو دینی امور سکھانا بھی تھا:

یا ایها الناس! اني واللّٰه ما أرسل الیکم عمّالاً لیضربوا أبشارکم، ولا لیأخذوا أموالکم، ولکني أرسلهم الیکم لیعلّموکم دینکم وسنّتکم، فمن فعل به شيء سوی ذلک فلیرفعه اليّ، فو الذي نفس عمر بیده لأقصنّه منه[۲۰]

اے لوگو! اللہ کی قسم میں تمھاری طرف حکّام کو اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ

تمھاری چمڑیاں ادھیڑیں یا تمھارا مال چھینیں، بلکہ میں انھیں اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمھیں تمہارے دین اور سنت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیم دیں۔ جو کوئی اس کے علاوہ کوئی کام کرے تو مجھے اس کے متعلق مطلع کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں عمر کی جان ہے، میں اس سے ضرور قصاص لوں گا۔

ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کی ممانعت

اسلام معاشی فلاح و بہبود میں اضافہ کے لیے ناجائز ذرائع دولت کا سدِّ باب کرتا ہے، تاکہ معیشت میں کوئی شخص کسی کا استحصال نہ کر سکے۔ وہ ایسی تمام معاشی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرتا ہے جو انسانی فلاح میں اضافہ کرنے کے بجائے اس میں کمی کا باعث بنتی ہیں، مثلاً رشوت، غصب، خیانت، چوری، مال یتیم میں بے جا تصرف، ناپ تول میں کمی، فحاشی پھیلانے والے کاروبار، قحبہ گری اور زنا کی آمدنی، شراب کی صنعت اور اس کی تجارت میں سٹہ بازی اور سودخوری وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان دار بندوں کو ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت کی ہے، خواہ وہ ایسی کمائی ہو جو شرعاً حرام ہے، مثلاً سودخوری، قمار بازی یا ایسے حیلے ہوں جو بہ ظاہر شرعی دائرے میں آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان حیلوں کا اختیار کرنے والا اصلاً سودخوری چاہتا ہے۔'' ۲۱؎

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ حرام کاروبار کی ممانعت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''دولت کمانے کے ذرائع میں اسلام نے جتنی باریک بینی کے ساتھ جائز و ناجائز کی تفریق کی ہے، دنیا کے کسی قانون نے نہیں کی۔ وہ چن چن کر ان تمام ذرائع کو حرام قرار دیتا ہے جن سے ایک شخص دوسرے شخص کو یا بہ حیثیت مجموعی پوری سوسائٹی کو اخلاقی یا مادی نقصان پہنچا کر اپنی روزی حاصل کرتا ہے۔ شراب اور نشہ آور چیزوں کو بنانا اور بیچنا، فحش کاری اور رقص وسرور کا پیشہ، جوا، سٹہ بازی، لاٹری، سود، قیاس، دھوکے اور جھگڑے کے سودے ایسے استحصالی طریقے ہیں، جن میں ایک فریق کا فائدہ یقینی اور دوسرے کا مشتبہ ہو۔ ضرورت کی چیزوں کو روک کر ان کی قیمتیں چڑھانا اور اسی طرح کے بہت سے وہ کاروبار جو اجتماعی طور پر ضرررساں ہیں، اسلامی قانون میں قطعی حرام ہیں''۔۲۵؎

ناجائز کاموں کی ممانعت کا اصل مقصد انسانی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھنا ہے، تاکہ کوئی شخص ان اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہوکر معاشرہ میں فساد برپا کرنے کا باعث نہ بنے۔ معاشی جدوجہد میں اسلام کے متعین کردہ اخلاقی اصول ہی انسانی فلاح کے ضامن ہیں۔ ان اصولوں سے معیشت ترقی کی راہ پر گام زن ہوسکتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے ناجائز مال کمانے کے تمام طریقوں کو ممنوع قرار دیا ہے اور انسان کو حلال ذرائع سے روزی کمانے کا پابند کیا ہے۔ اگر انسان حرام ذرائع استعمال کرتا ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ٹھہرتا ہے اور اپنی آخرت کو برباد کرلیتا ہے۔

ارتکازِ دولت کی حوصلہ شکنی

اسلامی تعلیمات میں معاشرہ میں فلاح و بہبود میں کمی کرنے والے تمام ناجائز امور کی ممانعت کی گئی ہے۔ مغربی مفکرین نے سود کو عامل پیدائش کی حیثیت سے معاشی سرگرمیوں میں شامل کر رکھا ہے، جس کا انسانی فلاح و بہبود کو تباہ و برباد کرنے میں اہم کردار رہا ہے۔ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے، کیوں کہ وہ معاشی

فلاح وبہبود میں اضافہ کرنے کے بجائے ارتکازِ دولت کوتقویت دیتا ہے، جس سے معاشرہ دو طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے: ایک طبقہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا ہے، جب کہ دوسرا طبقہ غربت وافلاس کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ غریب طبقہ ہی امیر طبقہ کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرتی امن وسکون ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

"سود کی وجہ سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ نچلا اور متوسط طبقہ بے روزگاری اور گرانی کے پاؤں کے درمیان پستا چلا جاتا ہے اور سرمایہ دار طبقہ اپنی سود کی غیر مختتم آمدنی پر عیش کرتا ہے"۔۲۶؎

اسلام نے سود کو حرام کیا ہے اور زکوٰۃ کو گردش دولت کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا ہے جو معاشرے کے امراء سے وصول کر کے غرباء میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اکتناز وارتکاز کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ وصدقات، وراثت اور انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم کے ذریعے دولت کی گردش کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا ہے۔ عہد نبویؐ اور عہد خلفاء راشدین میں زکوٰۃ و عشر کا نظام رائج تھا۔ انفاق فی سبیل اللہ میں صحابہ کرام ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ خلفاء راشدین نے متوازن معاشی پالیسیوں کے ذریعے دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام کیا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں عراق و شام، سواد میں حلوان وقادسیہ کی مفتوحہ زمینوں کو فوجیوں کے درمیان تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۷؎ کیوں کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ زمین کی ملکیت ایک محدود طبقہ میں گھر کر رہ جائے اور باقی افراد اس سے محروم رہیں۔ ان کی اس پالیسی سے جاگیر دارانہ نظام کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

علاقائی عدم مساوات

ملک میں بسنے والے تمام باشندوں کو بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اور ترقیاتی ثمرات سے مستفید ہونے کا حق ہے۔ ملک کے ایک علاقے یا صوبہ کو ترقیاتی کاموں میں سرفہرست رکھنے اور دیگر علاقوں کو نظرانداز کرنے سے پس ماندہ علاقوں کے افراد میں بے چینی جنم لیتی ہے، نیز قومیت کا فتنہ پروان چڑھتا ہے، جو ملکی امن وسکون کو

تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ معاشی فلاح کی پالیسیوں پر عمل درآمد متاثر ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلفاء راشدین نے اسلامی ریاست کے تمام علاقوں کے باشندوں کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھا۔ حضرت عمرؓ فاروق کے دور میں سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ مگر وہ جتنے بھی گورنر مقرر فرماتے، ان کو عوام کی فلاح و بہبود اور ان کے زیر انتظام علاقوں کی ترقی کے لیے تجاویز دیتے۔ صوبوں کو مرکز کے ساتھ مربوط رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دور میں قومیت کے فتنہ نے سر نہیں اٹھایا، حالاں کہ ایران و عراق، شام اور مصر تک اسلام کی سرحدیں وسیع ہو گئی تھیں۔ حکمراں کی ذمہ داری ہے کہ تمام علاقوں کی ترقی کے لیے پالیسی بنائے، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہ فرماتے سنا: ''اللہ کی قسم اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کے ایک ایک چرواہے کو اس کا حصّہ وہیں بیٹھے بیٹھے ملے گا۔ ۲۵؎ انہوں نے مختلف علاقوں مثلاً یمن، شام اور عراق جیسے دور دراز کے لوگوں کے لیے وظائف جاری کیے۔ ۲۶؎

اگر کبھی بعض خاص وجوہ کی بنیاد پر معاشی معاملات میں کمی بیشی روا رکھی گئی تو اس کو واضح کیا گیا۔ مثلاً رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے کچھ لوگوں کو سو سو اونٹ دیئے، جس پر انصار کے بعض لوگوں کو اعتراض ہوا تو آپؐ نے وضاحت فرمائی کہ میں نے انہیں حق کی بنا پر نہیں، بلکہ تالیف قلب کے لیے زیادہ دیا ہے۔ ۲۷؎

درحقیقت فلاح عامہ کے اسلامی اصول حقیقی معنیٰ میں نافذ کرنے سے معاشرہ خوش حالی کے راستے پر گام زن ہوتا ہے۔ اسلام ایسی معاشی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے جس سے افراد مادی اور روحانی دونوں اعتبار سے مطمئن ہوں۔ عصر حاضر میں زکوٰۃ کی لازمی بنیادوں پر وصولی، کرپشن کے خاتمہ، ٹیکس میں رائج خرابیوں کی اصلاح، عوام کو بنیادی ضروریات کی بلا معاوضہ فراہمی، فلاح عامہ کے ترقیاتی پراجیکٹس کا بڑے شہروں